International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 02, July-Sep 2024
pp:111 - 125

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

آرنلڈ جے ٹائن بی کے تہذیبی افکار کی روشنی میں اسلامی تہذیب کے عناصر ترکیبی و خصوصیات کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Elements and Characteristics of Islamic Civilization in Light of Arnold J. Toynbee's Civilizational Thoughts

Muhammad Shoaib
PhD Scholar, Bahauddin Zakariya University, Multan
Dr. Abdul Qadir Buzdar
Director, Seerat Chair, Bahauddin Zakariya University, Multan

Abstract

Arnold J. Toynbee is regarded as one of the most significant scholars of the modern era. Hailing from a distinguished family with a long-standing reputation in European intellectual circles, his heritage includes notable figures such as his uncle, Arnold Toynbee, a renowned economist and social reformer. This uncle authored numerous works and rendered invaluable public services, leading to the establishment of a hall in London named in his honor. Another uncle, Paget Toynbee, gained recognition in 1932 for his specialization in Dante's studies and translated "The Divine Comedy." While a family's academic legacy may not inherently validate one's own contributions, for Arnold J. Toynbee, it serves as a point of pride. He has elevated the family's scholarly heritage to new heights through his intellectual prowess. In this analytical study, we explore Toynbee's insights into the components of Islamic civilization and its distinctive features. We delve into how his theories articulate the essential characteristics that define Islamic civilization, emphasizing its adaptability, resilience, and contributions to global culture. By examining these elements through Toynbee's lens, we can gain a deeper understanding of the significance of Islamic civilization in the broader context of world history. This study aims to not only highlight the intrinsic values of Islamic civilization but also to position them within the framework of Toynbee's civilizational analysis.

Keywords: Islamic Civilization, Arnold J. Toynbee, Civilizational Analysis, Cultural Heritage, Global History.

ابتدائی تعارف

مسٹر ٹائن بی کا شمار دور حاضر کے مشہور ترین اور عظیم ترین اہل علم میں ہوتا ہے ان کا خاندان پشتوں سے یورپ کی علمی دنیا

CC BY

میں ممتاز چلا آتا ہے ان کے ایک چچا مسٹر ارنلڈ ٹائن بی ایک مشہور ماہر معاشیات اور مجلسی مصلح تھے متعدد کتابیں لکھی اور اس قدر گراں بہا عوام خدمات سرانجام دیں کہ لندن میں ان کے نام پر ایک ہال تعمیر کیا گیا ان کے دوسرے چچا مسٹر پیجٹ ٹائن بی 1932 نے دانتے کے مطالعے میں درجہ اختصاص حاصل کیا اور ڈیوائن کومیڈی کا ترجمہ بھی پیش کیا۔ خاندان کی علمی میراث بجائے خود کسی کے لیے باعث فخر نہیں ہو سکتی لیکن مصر ارنلڈ جے ٹائن بی جیسے ممتاز صاحب علم کے لیے یقیناً باعث فخر ہے اس لیے کہ انہوں نے اپنے علمی کمالات کی بدولت اس خاندانی میراث کے طرہ امتیاز کو انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔

تاریخ پیدائش:

آرنلڈ جے ٹائن بھی 14 اپریل 1889 کو لندن انگلینڈ میں پیدا ہوئے۔

تاریخ وفات:

22 اکتوبر 1975 کو 86 سال کی عمر میں انگلینڈ میں وفات پائی۔

سوانح حیات:

ٹائن بی 14 اپریل 1889 کو لندن میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام ہیری والپی ٹائن بی (1861 تا 1941) تھا، جو آرگنائزیشن سوسائٹی کے سیکرٹری تھے، ان کی اہلیہ سارہ ایڈتھ مارشل (1859 تا 1939) اور ان کی بہن جیکولم ٹائن بی ماہر آثار قدیمہ اور آرٹ مؤرخ تھیں، ٹائن بی کے دادا کا نام جوزف ٹائن بھی تھا جو انیسویں صدی کے ماہر معاشیات آرنلڈ ٹائن بی (1852 تا 1883) کا بھتیجا تھا اور کئی نسلوں سے ممتاز برطانوی دانشوروں کی اولاد تھا۔

آرنلڈ جے ٹائن بی نے ونچسٹر کالج اور بالیول کالج میں اسکالرشپ حاصل کیں اور ایتھنز کے برٹش اسکول میں مختصر طور پر تعلیم حاصل کی، جہاں انہوں نے ایک ایسا تجربہ حاصل کیا جس نے تہذیبوں کے زوال کے بارے میں ان کے فلسفے کی ابتدا کو متاثر کیا۔

1912 میں مبالیول کالج میں قدیم تاریخ کے معلم بن گئے، جبکہ 1915 میں انہوں نے برطانوی دفتر خارجہ کے انٹیلیجنس ڈپارٹمنٹ کے لیے کام کرنا شروع کر دیا، 1919 میں پیرس امن کانفرنس کے مندوب کے طور پر ان کو منتخب کیا گیا، اسی سال لندن یونیورسٹی میں بازنطینی اور جدید یونانی علوم کے پروفیسر کے طور پر خدمات سرانجام دینا شروع کر دیں، ٹائن بی کو یہیں کنگز کالج میں جدید یونانی اور بازنطینی تاریخ، زبان اور ادب کے سربراہ کے طور پر متعین کیا گیا، جہاں وہ کالج کے کچھ پروفیسرز کے ساتھ کسی تعلیمی تنازعہ کے بعد وہاں سے مستعفی ہو گئے۔[1]

1921 اور 1922 میں وہ ترک اور یونان جنگ کے دوران مانچسٹر گارڈین کے نمائندے تھے، 1925 میں وہ لندن اسکول اف اکنامکس میں بین الاقوامی تاریخ کے ریسرچ پروفیسر اور لندن کے رائل انسٹیٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیرز کے ڈائریکٹر

آف اسٹڈیز بن گئے۔ 1937 میں برٹش اکیڈمی اور یونائیٹڈ کنگڈم کی قومی اکیڈمی برائے ہیومینیٹیز اینڈ سوشل سائنسز کے ریسرچ فیلو منتخب ہوئے، 1941 میں امریکن فلسفیکل سوسائٹی اور 1949 میں امریکن اکیڈمی آف آرٹس اینڈ سائنسز کے بین الاقوامی اعزازی رکن منتخب ہوئے۔ ان کی پہلی شادی 1913 میں گلبرٹ مرے کی بیٹی روز لینڈ مرے سے ہوی تھی، جن میں سے ان کے تین بیٹے تھے، 1946 میں ان کی طلاق ہوگئی، پھر اسی سال ٹائن بی نے اپنی ریسرچ اسسٹنٹ ویرونیکا ایم بولٹر (1893 تا 1980) سے شادی کرلی۔ ٹائن بی کا انتقال 22 اکتوبر 1975 کو 86 سال کی عمر میں ہوا۔

ٹائن بی کی خدمات کا عمومی جائزہ

مسٹر آرنلڈ جے ٹائن بی 14 اپریل 1889 کو انگلینڈ میں پیدا ہوئے، طلب علم کے ابتدائی دور ہی میں انہوں نے مختلف علوم والسنہ میں وہ درجہ حاصل کرلیا کہ 1914 تا 1918 کی جنگ عظیم میں ان کے خدمات وزارت خارجہ نے مستعار لے لی اور وہ مشرق ادنی میں بعض اہم کاموں پر مامور ہوئے، جنگ ختم ہوئی تو انہیں بین الاقوامی معاملات میں مہارت خصوصی کی بنا پر اس شعبے کا نگران اعلی بنادیا گیا، ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد انہوں نے اس پلیٹ فارم سے " بین الاقوامی معاملات کا جائزہ" کے عنوان سے ہر سال ایک جائزہ شائع کرنا شروع کیا، اس جائزے کی ابتدائی جلد 1923 میں شائع ہوئی پھر ہر سال ایک ضخیم جلد تیار ہوتی رہی جس میں دنیا بھر کے سیاسی معاملات کا نقشہ مرتب صورت میں پیش کیا جاتا تھا، بعض سالوں کے حالات دو جلدوں میں شائع ہوئے مسٹر ٹائن بی 1932 تک اس سلسلے کے براہ راست نگران رہے۔

یونانی علوم و تاریخ میں مہارت نامہ

ی ونانیت یونانیت میں ان کے تجربہ کا عالم یہ تھا کہ جب حکومت یونان نے لندن یونیورسٹی میں قدیم وجدید یونانی اور بزنطینی زبان وادبیات کی خاص چیئر قائم کی تو مسٹر ٹائن بی کے سوا کوئی بھی شخص اس کا اہل نہ مل سکا۔ جب موصوف اس عہدے سے مستافی ہوئے تو کوئی بھی دوسرا شخص ان کی جگہ نہ لے سکا یونانی تاریخ وعلوم پر مصنف کی مہارت و گرفت کا اس بات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف اپنی شہرہ افاق کتاب اسٹڈی اف ہسٹری کے وجود میں انے کے دو عوامل میں سے ایک عامل باقاعدہ یونانی تعلیم کو قرار دیتے ہیں، موصوف اس بات کا اظہار اپنی کتاب مذکور کے اختتام میں ان الفاظ سے سے کرتے ہیں۔

" آپ دیکھیں گے کہ دو عامل ایسے ہیں جنہوں نے مطالعہ تاریخ تک میرے طریق رسائی پر فیصلہ کن اثر ڈالا، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی میرے لیے ذاتی و شخصی نہیں، پہلا عامل مغربی دنیا کی مروجہ تاریخ ہے اور یہ میری دنیا ہے، دوسرا عامل یونانی تعلیم ہے، ان دونوں عاملوں کے درمیان تعامل کا سلسلہ جاری رہا اس وجہ سے تاریخ کے متعلق میر انقطہ نگاہ دو چشمی دوربین بن گیا، جب بعض معاصرانہ حوادث نے میرے سامنے بھی مورخ کا یہ بنیادی سوال پیش کیا کہ فلاں چیز سے فلاں چیز کیوں کر پیدا ہوئی تو اس سوال نے میرے دل میں یہ سورۃ اختیار کرلی کہ فلاں چیز مغربی تاریخ میں نیز یونانی تاریخ میں

فلاں چیز سے کیوں کر پیدا ہوئی اس طرح میر انقطہ نگاہ یہ ہو گیا کہ تاریخ دو مختلف دوروں کے درمیان مقابلے کا مرقع ہے"
مصنف کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف کو یونانی علوم میں حد درجہ مہارت تامہ حاصل تھی

ٹائن بی کے علمی اور ثقافتی اثرات

ٹائن بی اپنے دور میں دنیا کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا، زیر بحث رہنے والا اسکالر تھا، اس کی تحریرات کا دیگر زبانوں میں سب سے زیادہ ترجمہ کیا گیا، اس کی سینکڑوں مختلف کتابوں پمفلٹ اور مضامین کا 30 مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا، ٹائن بی کا تحقیقی اور تنقیدی رد عمل بیسویں صدی کی ایک حقیقی دانشورانہ تاریخ کو تشکیل دیتا ہے۔[2]

خارجہ پالیسی میں سیاسی اثر ورسوخ

مسٹر آرنلڈ جے ٹائن بی نے طلب علم کے ابتدائی دور ہی میں مختلف علوم و السنہ میں وہ درجہ کمال حاصل کر لیا کہ 1914 تا 1918 کی جنگ عظیم اول میں وزارت خارجہ نے ان کی خدمات مستعار لے لیں اور وہ مشرق ادنی میں بعض اہم کاموں پر مامور ہوئے، جنگ ختم ہوئی تو انہیں بین الاقوامی معاملات میں خصوصی مہارت کی بنا پر رائل انسٹیٹیوٹ اف انٹر نیشنل افیئرز کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا، اس کے ساتھ انہیں فارن آفس کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کا بھی ڈائریکٹر بنا دیا گیا، مزید بر آں وہ لندن اسکول اف اکنامکس میں بھی اپنی ریٹائرمنٹ تک اپنے عہدے پر کام کرتے رہے[3]۔

ٹائن بی جنگ عظیم اول میں برطانوی دفتر خارجہ کے پولیٹیکل انٹیلیجنس ڈیپارٹمنٹ میں بھی کام کرتے رہے اور 1919 میں پیرس امن کانفرنس میں بطور امن مندوب کے بھی خدمات سر انجام دیں۔ ٹائن بی 1924 سے 1943 تک چیتھان ہاؤس، بیلیول کالج اور اکسفورڈ یونیورسٹی میں بھی خدمات سر انجام دیتے رہے، جنگ عظیم دوم کے دوران جب برطانوی دفتر خارجہ کو لندن منتقل کیا گیا تو چیتھان ہاؤس نے دفتر خارجہ کے لیے تحقیق کا کام کیا جس کے ڈائریکٹر اس وقت ٹائن بی تھے۔[4]

قابل ذکر کام

لیکن جس کام نے انہیں دنیا کے چند عظیم ترین فضلاء کے حلقے میں شامل کیا اور جو صدیوں تک ان کے نام کو زندہ رکھے گا وہ ان کی کتاب "مطالعہ تاریخ" ہے، اس کتاب کا خاکہ انہوں نے 1926 میں تیار کیا تھا جب ان کی عمر تقریبا 38 سال کی تھی، تجویز یہ تھی کہ پوری کتاب 10 جلدوں میں مکمل ہو گی، اس کی پہلی تین جلدیں 1933 میں اور دوسری تین جلدیں 1939 میں دوسری جنگ عظیم کے آغاز سے صرف 41 روز پیشتر شائع ہوئی۔

ٹائن بی کی کچھ اہم اور قابل قدر تصانیف

1. The Arminian atrocities the murder of a nation, with a speech, delivered by Lord Bryce in the house of lords.(Hodder & stoughton 1915.)
2. Nationality and the War.(Dent 1915).
3. The new Europe some essays in reconstruction ,with an introduction by the Earl of Cromer(Dent 1915).
4. The Western question Greece and Turkey 1922.

5. Greek Historical Thought (1924).
6. Turkey Nations of the Modern World,with K.P Kirkwood(1926).
7. Christianity and civilization (1940).
8. Civilization on trail (1946).
9. War and Civilization (1951).
10. The World and the west (1953).
11. An Historian's approach to the religion (1956).
12. Mankind and the mother earth,1974.
13. A Study of History , 1934 to 1961.

اسلامی تہذیب کے عناصر ترکیبی

1. کسی بھی تہذیب میں سب سے پہلے جس چیز کا کھوج لگانا ضروری ہوتا ہے وہ وہ یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کے متعلق اس کا تصور کیا ہے؟
2. دوسرے نمبر پر یہ سوال کہ "زندگی" کے بارے میں اس تہذیب کا نصب العین کیا ہے؟
3. تیسرے نمبر پر یہ سوال کہ اس تہذیب میں انسانی سیرت کی تعمیر کن بنیادی عقائد وافکار پر کی گئی ہے؟
4. چوتھے نمبر پر یہ سوال کہ وہ تہذیب انسان کو بحیثیت انسان کس طرح کا انسان بناتی ہے؟
5. پانچویں نمبر پر یہ سوال کہ اس تہذیب میں انسان کا تعلق دیگر انسانوں کے ساتھ مختلف حیثیتوں یعنی خاندان، ہمسایہ، دوست، رشتہ دار، ماتحت اور بالادست کے لحاظ سے کس طرح قائم کیا گیا ہے؟

ان پانچ سوالات کی بنیادی بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی تہذیب کی تکوین پانچ عناصر سے ہوتی ہے۔

الف۔ دنیوی زندگی کا تصور۔ ب۔ زندگی کا نصب العین۔

ج۔ اساسی عقائد وافکار۔ د۔ شخصی وذاتی تربیت۔

ہ۔ اجتماعی نظام۔

جس طرح دنیا کی ہر تہذیب کو انہی پانچ عناصر کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے اور اس کی تکوین انہی پانچ عناصر سے ہوتی ہے اسی طرح اسلامی تہذیب کے عناصر ترکیبی بھی یہی پانچ ہوں گے۔[5]

اسلامی تہذیب کے عناصر ترکیبی کی مختصر تفصیل

ذکر کردہ پانچ عناصر ترکیبی کے بارے میں اسلامی تہذیب کی تعلیمات کیا ہیں، ان کو مختصر اور مفہومی انداز میں زیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

الف۔ دنیوی زندگی کا اسلامی تصور۔

انسان کو ابتدائے افرینش سے خود سے متعلق بڑی غلط فہمی رہی ہے، کہیں تو وہ خود کو اتنا طاقتور تصور کر بیٹھتا ہے کہ " مَنْ

اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً[6] " اور " اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى[7] " کی صدائیں لگا بیٹھتا ہے، اور کہیں وہ خود کو اتنا حقیر سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ خود کو کیڑا مکوڑوں سے بھی کمتر سمجھ بیٹھتا ہے اور جمادات و نباتات کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے، اس حوالے سے اسلام نے ان دونوں انتہائی باطل تصورات کو رد کر کے انسان کی اصلی حقیقت اس کے سامنے پیش کی ہے۔ایک طرف تو اس کی تکبر شکنی کرتے ہوئے انسان کی تخلیق کی حقیقت کے بارے میں کہا

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاۗءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَاۗىِٕبِ[8]

ترجمہ: انسان اپنی حقیقت تو دیکھے کہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے، اچھلتے ہوئے پانی سے جو پشت اور سینے کی ہڈیوں سے کھنچ کر آتا ہے۔

اور دوسری طرف اسلام نوع بشر کو بتاتا ہے کہ وہ کوئی حقیر چیز نہیں جو اس نے اپنے اپ کو سمجھ لیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ[9]

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں تخلیق فرمایا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[10]

ترجمہ: اور ہم نے بنی ادم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کی اور بہت سی وہ چیزیں جنہیں ہم نے پیدا کیا ان پر بنی ادم کو فضیلت عطا فرمائی۔

جبکہ دنیاوی زندگی کے بارے میں اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ وہ صرف برتنے کے لیے ہے نہ کہ ہمیشہ رہنے کے لیے، قران کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ[11]

ترجمہ: جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے، اور ظاہری ارائش ہے اور اپس میں فخر ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے، اس کی مثال بارش کی سی ہے جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، پھر تم اس کو پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔جب کہ اخرت میں ایک طرف سخت عذاب ہے اور دوسری طرف اللہ کی

بخشش اور رضامندی ہے۔ اور دنیا کی زندگی سے باہر دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

عقیدہ آخرت

کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک صحت مند روایات کا امین نہیں بن سکتا، جب تک اس میں جواب دہی کا تصور موجود نہ ہو۔ اسلام کی تہذیب اس حوالے سے امتیاز کے حامل ہے کہ دنیاوی زندگی کے بعد اخرت میں دنیاوی زندگی میں انجام دیے جانے والے اعمال کا حساب اور جواب دہی کا تصور اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ جواب دہی کا یا تصور جب سماجی عملی رویے میں ڈھلتا ہے تو ایسا تمدن وجود میں اتا ہے جس میں خیر کے فروخت کے امکانات برائی کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔ قران حکیم میں ایمان بالاخرت کے عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ [12]

ترجمہ: یعنی اہل ایمان اخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

آخرت میں جواب دہی کے حوالے سے قران حکیم میں کہا گیا

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ [13]

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کے ترازو رکھ دیں گے، پس کسی کے ساتھ ذرا برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے بھی حاضر کر دیں گے، اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔

انسانی مساوات

مساوات اسلامی معاشرے کی ایک لازمی قدر ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک مساوات انسانی کے روشن دنوں کا امین ہے، زمین پر عدل کے حکمرانی قائم ہوئی، نبی اخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک مساوات انسانی کی قدر کو اوج ثریا تک پہنچا دیتا ہے کہ

لو كانت فاطمه بنت محمد سرقت لقطعت يدها[14]

یہ مساوات اسلام کا ہی کمال تھا کہ حضرت عمر جیسے جلیل القدر خلیفۃ المسلمین حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو سیدنا بلال کہہ کر پکارتے تھے۔

یہ بھی اسلام کی تعلیم مساوات کا ہی کمال تھا کہ اگر حضرت ابوذر غفاری جیسے جلیل القدر صحابی کسی بات پر حضرت بلال کو کالی ماں کے بیٹے ہونے کا طعنہ دے دیتے ہیں اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت عرض کر دیتے ہیں تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ خود اگے بڑھ کر ان سے معافی مانگتے ہیں۔

اور یہ بھی اسلام کی تعلیم مساوات کا ہی کمال تھا کہ حضرت بلال جنکو کسی وقت میں مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر اوپر سے سینے پہ بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا، وہی بلال جب مکہ فتح ہوتا ہے تو کعبے کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دے رہے ہوتے ہیں۔

تواضع ورواداری

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کے کمزور طبقات کے ساتھ حسن سلوک، رواداری، وضاداری اور مساویانہ طرز عمل کی تعلیم دی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو دوسروں سے برتر رکھنے کی کوشش کی ہو۔ اپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے

اللهم احييني مسكينا و امتني مسكينا واحشرني في زمرت المساكين[15]

ترجمہ: اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، حالت مسکینی میں موت دے اور قیامت کے دن مساکین کے ساتھ ہی اٹھانا۔

تواضع اور رواداری کے متعلق اسلامی تعلیمات کے بارے میں ٹائن بی کے افکار و تاثرات

اسلام کے اس اعلی وصف کا اعتراف کرتے ہوئے ارنلڈ جے ٹائن بی لکھتا ہے!

“ Muhammed prescribed the religious toleration of jews and Christians who had made political submission to the secular arm of Islam, and he gave this ruling expressly on the ground that these two non muslim religious community is like the Muslim themselves, were people of the book. It is significant of the tolerant spirit which animated primitive Islam that, without express sanction from the profit himself, a similar toleration was afterwards extended in practice to the zoroasthians who came under Muslim rule.[16]

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی رواداری کا درس دیا یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے جنہوں نے بھی ان کے سامنے سیاسی طور پر اتحاد کو قبول کیا۔ انہوں نے یہ حکم واضح طور پر اس بنیاد پر جاری کیا کہ یہ دونوں غیر مسلم طبقات مسلمانوں ہی کی طرح اہل کتاب ہیں۔ یہ رواداری والی روح کی ہی اہمیت تھی جس نے ابتدا اسلام کو بہت زندگی عطا کی۔ گو کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود واضح طور پر اس کے لیے ہدایات موجود نہ تھیں لیکن پھر بھی بعد میں اس طرح کی رواداری کا طرز عمل مسلم حکمرانوں کے ماتحت زرتشتیوں کے لیے بھی روا رکھا گیا۔[17]

امن وسلامتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد کے بعد نہ صرف یہ کہ عرب بلکہ پوری نسل انسانی کو امن وسکون اور اطمینان نصیب ہوا، یہ ایک ایسی تہذیب کا پرامن پیغام تھا جس میں ظلم و استبداد کرنے والا خود مظلوموں کی حفاظت کا علمبردار بن گیا،

جس میں نسلی عصبیت کا پیکر دوسروں کی جان ومال کا محافظ بن گیا، یہاں تک کہ دوسری اقوام بھی امن کی تعلیمات کے لیے اسلام کی طرف رجوع کرنے لگیں۔ یہ اسلامی تہذیب کی تعلیم اور خصوصیت ہی تھی کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کو بھی تحفظ فراہم کیا اور اپنے دور عروج میں ایک غالب تہذیب ہونے کے باوجود ان پر کسی بھی نوعیت کے جبر کی اجازت نہ دی۔ فلپ جے ایڈلر لکھتا ہے کہ

"contrary to White spread Christian notions, Islam normali did not force conversion[18].

یعنی عیسائیت میں پھیلے ہوئے خیالات کے برعکس اسلام مذہب کی تبدیلی کے لیے جبر نہیں کرتا۔

مزید براں اسلام انسانی وقار پر کسی دوسری وابستگی کی بھی نفی کرتا ہے، فلپ جے ایڈلر لکھتا ہے کہ

"Society in the Muslim world formed a definite social pyramid. During the Ummayad period, descendents of the old Bedouin clans were on top, followed by mawali converts from other religions. Once the Abbasides took power desh distination ceased to exist."[19]

یعنی مسلم دنیا میں معاشرہ ایک متعین سماجی ڈھانچے کی تشکیل کا نام ہے، بنوامیہ کے زمانے میں قدیم بدوی قبائل کے جانشین سرفہرست تھے، جن کی جگہ دوسرے مذاہب کے اسلام قبول کرنے والے موالی نے لے لی۔ جب عباسیوں نے اقتدار سنبھالا تو یہ امتیاز بھی ختم ہو گیا۔ اسلام کے یہی اعلی ظرفی اور انسانیت نوازی تھی جس نے اسے تمام طبقات کے لیے قابل قبول بنا دیا۔

فلپ جے ایڈلر مزید لکھتا ہے!

" These non Arab converts to Islam made it into a highly cosmopolitan, multithnic religion and civilization." [20]

یعنی ان غیر عرب لوگوں کے اسلام قبول کرنے نے اسلام کو ایک بلند تر،
آفاقی اور کثیر النسلی مذہب اور تہذیب میں بدل دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات اور عملی اقدامات کے ذریعے اسلامی تہذیب کو وہ سمت عطا کی جس پر چل کرانے والے زمانے میں ایسی اسلامی تہذیب وجود میں ائی جو دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں ہر لحاظ سے شوکت وتمکنت کے حامل تھی، فلپ جے ایڈلر اس حوالے سے لکھتا ہے!

"Aside from their military merits, there is strength included extraordinary artistic sensitivity in literature, architecture and symbolic imagery a commitment to justice for all, no matter how weak, atoleerens for non belivers that was unusual for its time..... In economic and administrative affairs, the ottomans had a far more efficient tax system and better control of their provincial authorities than any European government of the 14th

through 16th centuries."[21]

عسکری خوبیوں کے علاوہ مسلمانوں کی طاقت، ادب میں غیر معمولی فنی احساسات، فن تعمیر و علامتی تصویر کشی، سب کے لیے انصاف کا قیام، چاہے کوئی کتنا کمزور ہی کیوں نہ ہو، غیر مسلموں کے لیے رواداری اور برداشت، جو کہ اس زمانے میں نہ ہونے کے برابر تھی پر مشتمل تھی، معاشی اور انتظامی معاملات میں عثمانیوں کا ٹیکسوں کا نظام بہت زیادہ کامیاب تھا، اور انہیں چودویں سے سولویں صدی تک کی یورپی حکومتوں کی نسبت اپنے صوبوں پر بہتر کنٹرول حاصل تھا۔[22]

دین و دنیا کا حسین امتزاج

اسلامی تہذیب کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں دینی اور دنیاوی معاملات کو اس احسن انداز سے سلجھایا اور ترتیب کے اس خوبصورت لڑی میں پرویا گیا ہے کہ نہ تو دینی مصروفیات دنیاوی ضروریات میں حائل ہوں اور نہ دنیاوی تقاضوں کی وجہ سے دین کے معمولات میں رکاوٹ پیدا ہو۔ یہ اسلامی تہذیب کا کمال ہے کہ اس میں نہ تو عیسائی تہذیب والی رہبانیت ہے اور نہ مغربی تہذیب والی لادینیت، بلکہ رہبانیت و لادینیت کے درمیان حسین امتزاج رحمانیت اور دین و دنیا کے جامعیت کا نام اسلامی تہذیب ہے، قران حکیم میں ارشاد ہوتا ہے!

وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ [23]

ترجمہ: یعنی جو کچھ اللہ نے تجھے عطا فرمایا ہے اس میں سے اخرت کا گھر بھی تلاش کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ مت بھول۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے!

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [24]

ترجمہ بس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی رزق کو تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

دین و دنیا کے حسین امتزاج کی اسلامی تعلیمات کے بارے میں ٹائن بی کے افکار و تاثرات

اسلامی تہذیب کی یہ ایک ایسی حسین تعلیمات اور دین و دنیا کا ایسا حسین امتزاج ہے جس پر عمل کرنے والا کسی دوئی کا شکار نہیں ہوتا، اسلام میں دین و دنیا کی وحدت کا ایسا نرالا تصور ہے جس کی حقیقی حقیقت سے مغربی ذہن اج بھی اشکار نہیں ہوا، دین کو دنیا کی کامیابی کے لیے رکاوٹ سمجھنے والا مغربی ذہن اج بھی اس امر کو تسلیم کرنے میں مشکل کا شکار ہے کہ مذہب اسلام نے دین کے ساتھ دنیا کی کامیابی کس طرح حاصل کرلی۔ چنانچہ مغربی مفکر ارنلڈ جے ٹائن بی لکھتا ہے!

" for Islam did succeed in becoming the universal church of a

dissolving Syriac society in spite of having been politically compromised at an earlier stage and in an apparently more decisive way than any of the religions that we have passed in review up to this point. Indeed, Islam was politically compromised within the lifetime of its founder by the action of no less a person than the founder himself. The public career of the prophet Muhammad falls into two sharply distinct seemingly contradictory chapters. In the first he is occupied in preaching a religious revelation by methods of pacific evangelization; in the second chapter he is occupied in building up a political and military power and in using this power in the very way which, in other cases, has turned out disastrous for a religion that takes to it. In this Medinese chapter Muhammad used his new- found material power for the purpose of enforcing conformity with at any rate the outward observances of the religion which he had founded in the previous chapter of his career, before his momentous withdrawal from Mecca to Madina. On this showing, the Hijrah ought to mark the date of the ruin of Islam and not the date since consecrated as that of its foundation. How are we to explain the hard fact that a religion which was launched on the world as the militant faith of a barbarian war-band should have succeeded in becoming a universal church, in spite of having started under a spiritual handicap that might have been expected, on all analogies, to prove prohibitive? [25]

اسلام تباہ ہوتے ہوئے شامی معاشرے کا آفاقی مذہبی ادارہ بننے میں کامیاب ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ اس نے اپنے ابتدائی مرحلے پر پہلے ذکر کردہ تمام مذاہب کی نسبت واضح طور پر سیاسی ساس باز کرتی تھی۔ بلاشبہ اسلام نے اپنے بانی ہی کی زندگی میں سیاسی سازگاری کو اختیار کر لیا تھا۔ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عوامی زندگی واضح طور پر دو مختلف اور ظاہر امتضاد حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے میں وہ پرسکون طریقے سے مذہبی تعلیمات کی تبلیغ کر رہے تھے اور دوسرے حصے میں سیاسی اور عسکری طاقت کی تعمیر کر رہے تھے اور اس طاقت کو موثر طریقے سے استعمال کر رہے تھے جو عام طور پر دوسری صورتوں میں مذہب کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی تھی۔ مدنی زندگی کے دوران محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نئی تشکیل کردہ مادی طاقت کو اپنی مذہبی تعلیمات سے عملی نفاذ کے لیے جن کا وہ پہلے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے سے قبل ابلاغ کر چکے تھے، استعمال کیا۔ اس منظر نامے کے مطابق تو ہجرت کو اسلام کے زوال کا نشان ہونا چاہیے تھا نہ کہ اس کے مقدس اغاز کا نشان۔ ہم

اس مشکل ترین حقیقت کی کس طرح وضاحت کریں کہ ایک ایسا مذہب جو دنیا میں قبائلی جنگی گروہ کے ایک جنگ جو عقیدے کے طور پر شروع ہوا، کس طرح سے افاقی مذہبی ادارہ بننے میں کامیاب ہوا،

باوجودیکہ یہ مذہب ایک ایسی روحانی دشواری اور رکاوٹ کے تحت شروع ہوا جس کے تحت اپنی تمام تر سابقہ مثالوں کے مطابق اس کی پیشرفت غیر متوقع تھی۔[26]

اصلاح معاشرہ:

تیرہ سالہ مکی زندگی اور پھر دس سالہ مدنی زندگی میں عزم و عمل کے جو چراغ روشن ہوئے ان کی روشنی نے زندگی کے ہر گوشے کو بقعہ نور بنادیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو مثالی معاشرہ قائم ہوا اس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل کوئی خرابی ایسی نہ تھی جو دنیا میں پائی نہ جاتی ہو۔ سارا معاشرہ کلی بگاڑ کا شکار تھا ہر طرف فتنہ و فساد اور افراتفری تھی۔ چین اور سکون لٹ چکا تھا۔ آخر کار اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے معاشرے کی صلاح و تطہیر کے لئے اپنا آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں بھیجا۔ جس نے بہت قلیل عرصے میں اس بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح احسن طریقے سے فرمائی۔ زندگی کے ہر شعبے کی خرابیوں کو درست کیا اور معاشرے کا کوئی پہلو ایسا نہ رہا جس تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نہ پہنچی ہو۔ نتیجۃً آپ کی جہد مسلسل اور سعی پیہم کی وجہ سے تئیس سال کے مختصر عرصے میں وہ مثالی معاشرہ وجود میں آگیا جو آج تک اپنی مثال آپ ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی معاشرے کی بنیاد خوفِ خدا پر رکھی، کیوں کہ جس معاشرے کی بنیاد خوفِ خدا پر نہ ہو اس کی اصلاح قطعی ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خوف خدا کو اپنے معاشرے کی اصلاح کے لئے بنیادی ستون قرار دیا ہے۔ آج معاشرے میں جتنی بھی خرابیاں اور کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں وہ اسلامی تہذیب و ثقافت سے دوری کی وجہ سے ہیں۔ اگر ہم نے اسلامی نظام حیات سے انحراف کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا تو معاشرتی بگاڑ روز بروز بڑھتا ہی چلا جائے گا اور آخر وہ دِن بھی آجائے گا جب اس کی اصلاح ناممکن ہو جائے گی۔ لہٰذا اس دن کے آنے سے پہلے پہلے ہمیں اس کی اصلاح کی طرف سنجیدگی سے توجہ کرنی چاہیے۔

اسلام سوسائٹی کی تقسیم، نسلی امتیاز یا مال و دولت کے اصول پر نہیں کرتا۔ وہ صرف دانائی اور نادانی ہی کی اساس پر معاشرہ کی طبقہ بندی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ [27]

ترجمہ: ”فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں؟“

اسلامی سوسائٹی میں بلند ترین مقام اشراف یا امراء کو حاصل نہیں ہے، بلکہ صرف "خدا سے ڈرنے والوں کو" حاصل ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ [28]

ترجمہ: "بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو"

اور تقویٰ اور خوف و خشیتِ الٰہی اہلِ علم ہی کا حصہ ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا [29]

ترجمہ: "بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں"

قرآنِ حکیم خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف "معلمِ کتاب و حکمت" کی حیثیت سے کراتا ہے اور اس "معلمِ کتاب و سنت" کی بعثت کو مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت بتاتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ [30]

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے"

لہٰذا اسلام نے اَقدارِ حیات کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں علم و حکمت ہی کو زندگی کی قدرِ اعلیٰ (خیرِ کثیر) قرار دیا ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا [31]

ترجمہ: "اور جسے (حکمت و) دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہو گئی"

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ [32]

ترجمہ: "اے اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا"

خلاصہ بحث

آرنلڈ جے ٹائن بی کے تہذیبی افکار نے اسلامی تہذیب کی شناخت اور اس کے عناصر ترکیبی کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے نظریات میں اسلامی تہذیب کی لچک، استقامت، اور ثقافتی شراکت کا بھرپور تجزیہ موجود ہے۔ یہ تحقیق اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اسلامی تہذیب نہ صرف اپنے اندر مضبوط روایات رکھتی ہے بلکہ عالمی ثقافت میں بھی ایک

نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ٹائن بی کے نظریات کی روشنی میں اسلامی تہذیب کے عناصر جیسے علم، اخلاقیات، اور اجتماعی روابط کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ عناصر نہ صرف اسلامی معاشرتی زندگی کی بنیاد ہیں بلکہ انہوں نے دنیا کی دیگر تہذیبوں کے ساتھ تعامل میں بھی ایک مثبت کردار ادا کیا ہے۔ اس مطالعے کے ذریعے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی تہذیب کی خصوصیات اس کی زندگی کے ہر پہلو میں جھلکتی ہیں، اور ان کی بنیاد پر ہم مستقبل کے چیلنجز کا سامنا کر سکتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] Clogg rechard1985. "Politics and the academy Arnold Toynbee and the koraes chair". Middle Eastern studies. 21(4)v-115.

[2] Lang Michael, December,2010, "Globlization and global history in Toynbee". Journal of world history.

[3] (Arnold J Toynbee, encyclopedia britanika, online academic edition.)

[4](Mc Neill,William (1989). Arnold J Toynbee, A life, New York, Oxford university press.)

[5] اسلامی تہذیب کے اصول و مبادی، سید ابوالاعلی مودودی، صفحہ نمبر 8،9، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ

[6] سورۃ 41: آیت 15

[7] سورۃ 79: آیت 24

[8] پارہ نمبر، 30، سورہ الطارق، آیت نمبر، 5 تا 7

[9] پارہ نمبر 30، سورہ التین، آیت نمبر 4

[10] پارہ نمبر 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 70

[11] پارہ نمبر 27، سورہ الحدید، آیت نمبر 20

[12] پارہ نمبر 1، سورہ البقرہ، آیت نمبر 4

[13] پارہ نمبر 17، سورہ الانبیاء، آیت نمبر، 47

[14] بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، رقم، 4053

[15] ترمذی، السنن، کتاب الزھد، باب ماجاء ان الفقراء، رقم 2352

[16] Arnold J. Toynbee, A study of history, abridgment of volume 1 to 6, by D.C somervell, Oxford university press,1947, p. 300.

[17] سیرت الرسول کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت، ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز

[18] (Phillip J. Adler, Randall L. Pouwels,world civilization, , p.194.

[19] (Phillip J. Adler, Randall L. Pouwels, world civilization, p. 195.

[20] (Phillip J. Adler, Randall L. Pouwels, world civilization, p. 194.

[21] Phillip J. Adler, Randall L. Pouwels, world Civilizations, p.495.

[22] سیرت الرسول کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت، ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز

[23] پارہ نمبر20، سورہ القصص، آیت نمبر77

[24] پارہ نمبر28، سورہ الجمعہ، آیت نمبر10

[25] Arnold J. Toynbee, A study of history, abridgment of volume 1 to 6, by D.C somervell, Oxford university press, 1947, p, 488.

[26] سیرت الرسول کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت، ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز

[27] القرآن، الزمر، ۳۹:۹

[28] القرآن، الحجرات، ۴۹:۱۳

[29] القرآن، فاطر، ۳۵:۲۸

[30] آل عمران، ۳:۱۶۴

[31] القرآن، البقرہ، ۲:۲۶۹

[32] القرآن، الاعراف، ۷:۳۱